اس بحر کا نام بحر ہزج مثمن اشتر ہے۔ یہان زخم کے حقیقی معنے جراحت مراد نہین ہین بلکہ مجازی معنے عشق و عاشقی اور اُسکی آوارگی مراد ہین۔ آپ سے یعنے ناصح سے یہان شور کے معنے غوغا و آشوب کے ہین اور چیز پر نمک و نمکین کو بھی شور کہتے ہین اگرچہ یہہ اخیر کے معنے اس شعر مین مقصود و مطلوب نہین ہین مگر لفظ نمک کے ساتھہ تناسب و مناسبت رکھتے ہین لہذا لفظ شور سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہوگئی اور چونکہ بے تکلف اور بلا تصنع واقع ہوی ہے لہذا نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ہے۔ صنعت **ایہام التناسب** کی تعریف یہی ہے کہ معنی غیر مقصود کسی دوسرے لفظ کے ساتھہ جو کلام کے اندر آیا ہے تناسب رکھے۔ اس شعر کا حاصل یہہ ہے کہ ناصحون کی نصیحت سے ہمارا عشق کم ہونیکے عوض زیادہ ہوجاتا ہے مرزا نے اس مضمون کو تمثیل مین بیان کیا ہے۔ عاشقون کی عادت ہے کہ نصیحت سننے سے نفرت ظاہر کرتے ہین۔

دل مرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا	آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا

سوز نہان = سوز اندرونی جو آتش عشق کیوجہ سے تہا۔ بے محابا بے ہراس و بلا اندیشہ خاموش و گویا صنعت تضاد ہے مگر یہان گویا ادات تشبیہ مین سے ہے۔

دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین	آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

یعنے عشق و عاشقی کی آگ ایسی لگی کہ خانۂ دل مین جو کچھہ اثاثہ تھا وہ سب جل گیا تا بجا یکہ ذوق وصل اور یاد یار جو نہایت مرغوب و مطلوب چیزین تھین وہ بھی جلکر راکھہ ہوگئین - یہان آگ سے آتش عشق مراد ہے - عشق و عاشقی کے نتایج اکثر ایسے ہی برے ہوا کرتے ہین چنانچہ مجنون اور فرہاد جو دونون عاشق تھے اُن کے قصے مشہور ہین اُن دونون عاشقون کا انجام مرگ اور ہلاکت ہوا نظیری نیشاپوری رح فرماتے ہین ؎

عشق است طلسمی است کہ در و بام ندارد + آن کس کہ ازو یافت نشان نام ندارد - و لہ ؎ عشق کامل نیست تا در بند مال و مسکنی + آنزمان آتش علم گردد کہ سوزد خانہ را + مرزا غالب کا یہہ شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے -

مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا	میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا

مصنف صاحب نے اس شعر مین لفظ ہوتا کو جو جل گیا کے بعد آنا چاہئے تھا محذوف کر دیا ہے تاکہ شعر مین تعقید معنوی پیدا ہو جاے اور شعرا اپنی طرز اور جادۂ خیال بندی پر پوری طرح سے آجاے مطلب یہہ ہے کہ مین عنقا سے بڑھکر غائب اور عنقا سے بڑھکر مشہور ہون یہہ بات مشہور ہے کہ عنقا کا مقام کوہ قاف ہے مگر یہہ بات بھی معلوم ہے کہ آج تک عنقا کو کسی نے نہین دیکھا صرف اس پرندے کا نام سنتے ہین اور فارسی کے شعرا عنقا کو شہرت کے ساتھہ باندھتے ہین - اب شاعر یہہ کہتا ہے کہ اگر مین ملک عدم مین ہوتا تو اُسکا نتیجہ یہہ ہوتا کہ میری آہ آتشین سے بال عنقا

جلجاتا یعنے عنقا کی جگہ صرف میری شہرت باقی رہجاتی اور کوئی عنقا کا نام
نہین لیتا مگر چونکہ مین ملک عدم سے بھی پرے ہون یعنے ملک عدم کو
طے کرکے کچھہ اُس سے آگے بڑھگیا ہون لہذا میری شہرت اور میرا نام
عنقا کی شہرت اور عنقا کے نام سے بڑھکر مشہور ہے دوسرے معنے
میری آہ آتشین ایسی تیز و تند ہے کہ اگر مین عدم سے پرے نہوتا
تو میری آہ سے بال عنقا جلجاتا یا جل گیا ہوتا ۔ تیسرے معنے
اے غافل میری آہ آتشین ایسی تیز و تند ہے کہ اُس سے بارہا بال عنقا
جل گیا اور اب جو بال عنقا اُس سے نہین جلتا ہے تو اُسکی وجہ یہہ ہے
کہ اب مین عدم سے بھی پرے ہون لہذا بال عنقا کو میری آہ آتشین نہین
جلا سکتی مرزا لطف علی اصفہانی آذر تخلص جو ایران کا مشہور تذکرہ نویس
اور نامور شاعر ہے اپنے تذکرہ آتشکدہ مین شیخ ناصر علی سرہندی کے
حال مین لکھتا ہے کہ **از کثرت استعارات از مثنوی او مطلبی**
مشخص نمیشود ۔ میری رائے مین کل خیال ہند شاعرون کا کلام ایسا ہی ہے
اور مرزا کا یہہ شعر بھی ازان قبیل ہے ۔ مرزا نے کتاب عود ہندی مین
جو خطوط مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام لکھے ہین اُنمین سے ایک
مکتوب مین لکھتے ہین کہ "قبلہ ابتدای فکر سخن مین بیدل و اسیر و شوکت
کی طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہہ تھا ؎ طرز بیدل
مین ریختہ لکھنا ۔ اسد اللہ خان قیامت ہے ۔ ۱۵ برس کی عمر سے ۲۵
برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا

آخر جب تمیز آئی تو اُس دیوان کو دور کیا اوراق یکقلم چاک کئے دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوانِ حال مین رہنے دئے تمت کلامہ - غالباً یہہ شعر بھی اُنہین اشعار مین سے ہوگا - شاعر نے اس شعر مین اپنے زیادہ تر غائب اور زیادہ تر مشہور ہونے مین مبالغہ اور اغراق کیا ہے جیسا کہ ایک دوسری جگہ مبالغہ اور اغراق کی راہ سے کہا ہے ؎ منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے ۔ عرش سے اُدھر ہوتا کاشکے مکان اپنا یہہ شعر جو زیر شرح ہے اصل مین اسطرح ہونا چاہئے تھا جسطرح یہان شعر مین بتایا جاتا ہے شعر مین عدم سے بھی پرے ہون وگرنہ اے غافل بارہا میری آہِ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا ہوتا یا جلجاتا -

دل نہین تجھکو دکھاتا ورنہ داغونکی بہار	اِس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

کارفرما = یعنے صاحب و آمر - فارسی مین ضرب المثل ہے کارکن را کارفرما بر سرکار آورد - مرزا کا ذہن اس ضرب المثل سے اس شاعرانہ مضمون کیطرف منتقل ہوا ہے - فرماتے ہین کہ میرا دل جو کارفرما تھا وہ تو جل گیا - اب رہگیا مین تنہا جو کارکن ہون - جب کارفرما نہین رہا تو کارکن کیا کر سکتا ہے - مین کیا کرون مجبور ہون معذور ہون - داغون کی بہار جو دل کی کارفرمائی سے تھی مین نہین دکھا سکتا - اگر دل ہوتا تو تجھکو یہہ بہار دکھاتا - چراغان = یہان چراغ کی جمع نہین ہے بلکہ ایک قسم کی تعذیب کا نام ہے اور وہ تعذیب

اسطرح ہوتی ہے کہ مجرم کے سر مین کئی زخم کر دیتے ہین اور ہر ایک زخم مین ایک فتیلہ رکھکر روشن کر دیتے ہین جس سے سر جلتا ہے اور مجرم کو نہایت ایذا پہونچتی ہے - درحقیقت یہہ تعذیب نہایت درجہ کی وحشیانہ ہے - یہہ شعر اسطرح ہوتا تو زیادہ تر صاف اور اچھا ہوتا

؎ دل اگر ہوتا دکھاتا تجھکو داغون کی بہار ٭ ان چراغون کا کرون کیا کار فرما جل گیا ٭ مگر مرزا کی طبیعت نے جو دقت پسند ہے چراغون کی جگہہ لفظ چراغان جو ایک غیر مشہور لفظ ہے اختیار کیا ہی تاکہ کلام کے اندر دقت پیدا ہو جاے اور اُسکو ہر شخص نہ سمجھے - مین نے جس عنوان سے اس شعر کو کسیقدر بدل دیا ہے اسمین سلاست اور سہل پسندی کا انداز ہے - مرزا صاحب کا یہہ شعر غلط نہین ہے جو تغیر و تبدل کا محتاج ہو - اس تغیر و تبدل سے میری غرض یہہ تہی کہ موقع پر دقت پسندی اور سلاست پسندی کا فرق پبلک پر ظاہر کرون اور جہان جہان موقع ملیگا یہہ فرق انشاء اللہ ظاہر کرونگا - اس رسالے کے دیکھنے والے ضرور یہہ بات کہین گے کہ اس شعر کو کاہیکو بدلا اور کیا سبب اسمین تغیر و تبدل کیا لہذا مین نے اپنا عندیہ ظاہر کرنا مناسب سمجھا ورنہ مخفف ہے دگرنہ کا -

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل	دیکھکر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

یعنے اے غالب مین اس شعر کا مصداق ہون ؎ کفراست در طریقہ ما

کینہ داشتن ۔ آئینِ ما ست سینہ چو آئینہ داشتن ۔ میرے دل مین کینہ اور
عداوت نہین ہے اور اگر کبھی کچھہ عداوت ہوتی بھی ہے تو مین ظاہر
کردیتا ہون اپنے دل مین چھپا کر نہین رکھتا ۔ مین صاف باطن اور پاک دل
ہون جیسے کہ دنیادارون کا طریقہ ہے ۔ مرزا نے ایک دوسری جگہہ کہا ہے
ع جی مین ہی کچھہ نہین ہے ہمارے ورنہ ہم ۔ سر جائے یا رہے
نہ رہین پر کہے بغیر ۔ مگر مین نے جب دنیادارون کو دیکھا تو اُن کو ان
آیتون کے مطابق پایا وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا
خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ ظاہر مین تو ہنسکر ملتے ہین
اور خندہ روئی و کشادہ پیشانی سے پیش آتے ہین مگر باطن مین گوشت
کے بھوکے اور لہو کے پیاسے ہین اور دل مین سخت کینہ و عداوت
رکھتے ہین اور مخفی طور سے نقصان پہونچانے مین مشغول و مصروف ہین ۔
جب مین نے دنیادارون کی دورنگی اور دوروئی دیکھی تو میرا دل اُن کے
برے اخلاق سے افسردہ ہوگیا اور مجھکو رنج ہوا بلکہ میرا دل جل گیا ۔ یہہ شعر
علم اخلاق سے متعلق ہے اور قائل نے اسمین اخلاق حمیدہ کو اختیار کرنیکی
ترغیب و تحریص دی ہے اور ایسے ہی اشعار اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً کے
مصداق ہوتے ہین ۔ مطلب یہہ کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنا ظاہر و باطن
یکسان رکھے ۔ مین ہون اور افسردگی کی آرزو یعنی میرے لئے
افسردگی کی آرزو لازم ہے ۔ اور ملازمہ کا ہے ۔ تپاک = محبت کے
جوش و خروش کو کہتے ہین ۔ طرز = یعنے طریقہ اور طور اور وضع ۔

اہل = یہہ لفظ واحد اور جمع کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہے اور
اس لفظ کی یہہ خاصیت ہے کہ دونون طرح یعنے مفرد اور جمع آتا ہے
مگر اکثر جمع کے معنون مین آتا ہے جیسے اہل حرفہ اور اہل قلم اور اہل ذمہ
اور اہل کتاب وغیرہ یہہ لفظ حقیقت مین واحد ہے اور اہالی اسکی جمع
آتی ہے اور فارسی مین اہالیان اسکی جمع الجمع ہے۔ واحد کی مثال
بہار عجم مین لکھتا ہے۔ **نثر** بادشاہ امر کرد کہ خیمہ بسرعت مہیا سازند
عملۂ فراشخانہ خیمہ دوزان بسیارے فراہم آوردند پالان دوزے
ہم دران مجمع حاضر شد پرسیدندش کیستی گفت **من اہل بخیہ ام**۔
واحد کی دوسری مثال **اہل زبان** ہے یعنے صاحب زبان جو مشہور
لفظ ہے **غالب** منادی یعنے اے غالب۔ کہ = کاف تعلیل ہے
کیونکہ اس کے معنے ہین۔ دل فاعل اور جل گیا فعل لازمی ہے۔

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا
قیس تصویر کے پردہ مین بھی عریان نکلا

مرزا صاحب نے عود ہندی مین جو رقعات مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام
لکھے ہین انمین سے ایک رقعہ مین اس شعر کے معنے اسطرح تحریر فرماتے ہین
شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنی مخالف یعنے شوق سر و سامان کا دشمن ہے
دلیل یہہ کہ قیس جو زندگی مین ننگا پڑا پھرتا تھا تصویر کے پردہ مین بھی
ننگا ہی رہا لطف یہہ ہے کہ مجنون کی تصویر باتین عریان ہی کھینچتی ہے
جہان پہنچتی ہے انتہی کلامہ۔ اس شعر کے معنے بیان کرنے کی یہہ حد ہوئی